تحقیق و تنقید

ذبیحہ سے متعلق اسلامی ہدایات

—————— ڈاکٹر سید باچا آغا

اسلام نے دنیا کو بیش بہا عطیات دیے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کا انتہائی لطیف، نفیس اور پاکیزہ 'قانونِ اکل وشرب' ہے۔ اس کی حساسیت کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے سامنے قرآن و سنت کے احکام پوری طرح واضح ہوں۔ نفع بخش اشیاء اور پاکیزہ چیزوں کو حلال اور نقصان دہ اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔ یہ اصول بتایا گیا ہے کہ اشیاء میں اصل 'حلّت واباحت' ہے، سوائے ان چیزوں کے جن کے بارے میں شریعت سے نہی وارد ہو، یا مفاسد بالکل واضح ہوں۔ کھانے پینے اور پہننے کی جن چیزوں میں روح اور بدن کے لیے نفع ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بندوں کے لیے حلال کیا ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعہ اللہ کی اطاعت میں مدد حاصل کرسکیں۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ انبیاء کو اور دوسری جگہ تمام اہل ایمان کو حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْم (المومنون: ۵۱)
>
> (اے پیغمبر! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یقیناً میں تمہارے اعمال سے خوب واقف ہوں۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

> يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلٰلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْن (البقرۃ: ۱۶۸)

(اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن اللہ طیبٌ لا یقبل إلا طیباً، و إنّ اللہ تعالیٰ أمر المؤمنین بما أمر به المرسلین ، فقال : یَاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً۔[۱]

(بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ وہ پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم فرمایا ہے جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ فرمایا: (اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی) اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔)

اس حدیث کی تشریح میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ کوئی بھی عمل بارگاہِ الٰہی میں اسی وقت قبول ہوتا ہے جب حلال روزی کھائی جائے، جب کہ حرام کھانے سے اعمال فاسد ہوجاتے ہیں اور قبولیت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ہر غذا کی تاثیر ہوتی ہے۔ حلال غذا کھانے سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے، جب کہ حرام کھانے سے نیک اعمال کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں حرام کھانے کی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إن العبدَ لیقذفُ اللقمةَ الحرامَ في جوفه ما یتقبل منه عمل أربعین یوماً۔[۲]

(بندہ حرام لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاِستحیاء من اللہ حقّ الحیاءِ أن تحفظَ البطنَ و ما حوی۔[۳]

(اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے ۔۔۔ کہ پیٹ اور جو کچھ

اس میں ہو، یعنی غذا، اس کی حفاظت کرے۔)

ذکاۃ (ذبح کرنا)

ذکوۃ کا مطلب ہے خشکی کے اس جانور کو ذبح یا نحر کرنا جس کا گوشت کھایا جاتا ہو، اس طرح کہ اس کے حلق اور شہ رگ اور گردن کی دونوں رگوں یا ان میں سے ایک کو کاٹ دیا جائے، یا اس کے ساتھ کونچیں بھی کاٹ دی جائیں، اگراونٹ بدک کر بھاگنے والا ہو۔

ذبح کے درست ہونے کے لیے درج ذیل چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ ذبح کرنے والا ذبح کرنے کا اہل ہو، یعنی وہ عاقل ہو، مسلمان یا اہل کتاب ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، لہٰذا اس شخص کا ذبح کرنا جائز نہیں جو نشے کی حالت میں ہو، یا پاگل ہو، یا کافر ہو (یعنی کافر غیر کتابی)۔

۲۔ ہر دھاروالی چیز سے، جس سے خون بہانا ممکن ہو، ذبح کرنا درست ہے، البتہ دانت اور ناخن سے ذبح کرنا جائز نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ما أنھر الدّم و ذکر اسم اللہ فکُل، لیس السنّ و الظفر۔ [۴]

(جو چیز بھی خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسے کھا لو، لیکن وہ دانت اور ناخن نہ ہو۔)

۳۔ گردن کی دونوں رگوں یا ان میں سے کسی ایک کو کاٹ کر خون بہانا ضروری ہے اور ذبح کا عمل اس وقت ہوگا جب ان دونوں رگوں کو حلقوم یا شہ رگ کے ساتھ کاٹ دیا جائے۔ یعنی گلا کاٹنا ہے، گلے سے مراد سانس اور کھانے کی رگیں ہیں۔ اس سلسلہ میں اصل یہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے:

نھی رسول اللہ ﷺ عن شریطة الشیطان ،وھی التی تذبح فیقطع الجلد و لاتفری الأوداج۔ [۵]

(رسول اللہ ﷺ نے شیطان کے نشتر سے منع فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہ نشتر ہے جو ذبح کے وقت جلد کو تو کاٹ دے، لیکن گردن کی رگوں کو نہ

کاٹے۔)

ذبح کرنے کی جگہ حلق اور لبہّ ہے۔لبہّ سے مراد وہ گڑھا ہے جو گردن کی جڑ اور سینے کے درمیان ہوتا ہے۔اس کے علاوہ کسی اور جگہ سے ذبح کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدیل بن ورقاء الخزاعی کو ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر بھیجا کہ منیٰ کی وادیوں میں یہ اعلان کردیں:

الاانَّ الزکاۃَفي الحلق و اللبۃ۔[٦]

(جس جگہ سے جانور ذبح کرنا ہے وہ حلق اور لبہّ (گردن اور سینے کے درمیان کا گڑھا) ہے۔)

جانور کو ذبح کرتے وقت چار نالیوں کو کاٹنا ضروری ہے۔(۱) نرخرہ یعنی سانس کی نلی Trachea or wind pipe (۲) غذائی نلی، یعنی حلقوم Esophagus (۳) دل کی طرف سے آنے والی صاف خون کی شہ رگ Carotid artery (۴) دل کی طرف سے جانے والی گندے خون کی شریان Jugular vein ۔ جانور کو تیز دھار والے اوزار سے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں۔اس طرح گلے کی تمام رگیں کاٹ دیتے ہیں، مگر سر کو دھڑ سے الگ نہیں کرتے اور ریڑھ کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچاتے، یعنی حرام مغز Spinal cord کو نہیں کاٹتے، جس سے دل کچھ دیر تک دھڑکتا رہتا ہے اور اس طرح جسم کا تمام خون باہر نکل جاتا ہے۔اگر یہ کٹ گیا تو دل کو جانے والا عصب Nerve Fiber کٹ جائے گا۔اس طرح دل کی حرکت فوراً بند ہوسکتی ہے، جس سے جسم کے اندر خون کی نالیوں میں خون جم جائے گا، جو صحیح نہیں ہے۔ اس طرح ذبح کرنے سے جانور کی تمام مخصوص رگیں کٹ جاتی ہے، جس سے تکلیف کا احساس کم ہوجاتا ہے اور اعصاب کی طرف خون کی روانی ختم ہونے کی وجہ سے تکلیف میں کمی ہوجاتی ہے۔ذبح کے بعد جانور کا تڑپنا تکلیف کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ خون تیزی سے نکلنے کی وجہ سے اس کا جسم اچھلتا ہے، گوشت کے سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے وہ ایسا کرتا ہے۔بڑے جانوروں میں یہ عمل دھیرے دھیرے شروع ہوتا ہے اور دیر تک قائم

رہتا ہے، جب کہ چھوٹے جانوروں میں یہ عمل جلد شروع ہوکر جلد ختم ہوجاتا ہے۔

جانوروں کو ذبح کرنے کے چار طریقے ہیں: (۱) جھٹکا (سکھ) (۲) کوشر (یہودی) (۳) ماڈرن طریقہ Stunning method یعنی عارضی طور پر بے ہوش کیا جائے (۴) شرعی حلال طریقہ۔ ان چاروں طریقوں میں اسلامی طریقہ سائنٹفک طور سے بہترین مانا گیا ہے، کیوں کہ اس سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں: (۱) جسم کا سارا خون باہر نکل جاتا ہے اور جانور کو تکلیف کم محسوس ہوتی ہے۔ (۲) خون نکل جانے سے اس کے ساتھ جراثیم باہر نکل جاتے ہیں، کیوں کہ خون جراثیم کے لیے ایک اچھا واسطہ ہوتا ہے۔ (۳) خون نکل جانے سے گوشت زیادہ دیر تک محفوظ رہتا ہے۔ (۴) خون کے ساتھ دیگر زہریلے اور فاسد مادے (Toxins) بھی باہر نکل جاتے ہیں۔ سائنس دانوں کی تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا گوشت صحت کے لیے مفید ہے۔

۴۔ ذبح کرتے وقت آدمی بسم اللہ کہے۔ اگر وہ بھول گیا ہو تو اس کے ذبیحے کا گوشت کھانا جائز ہے، لیکن اگر اس نے جان بوجھ کر بسم اللہ کہنا چھوڑ دیا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ۔ (الانعام: ۱۲۱)

(اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے۔)

نیز فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (الانعام: ۱۱۸)

(جس چیز پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھالیا کرو۔)

سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:

ذبیحۃُ المسلم حلالٌ وان لم یُسَمِّ اذا لم یتعمّد۔ [۷]

(مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ وہ اللہ کا نام نہ لے، بشرطے کہ اس نے جان بوجھ کر اسے ترک نہ کیا ہو۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان نے قصداً جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا

ترک کیا تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

وإن ترك الذابح التسمية عمداً فالذبيحة ميتة لا تؤكل۔ ۸؎

(اگر ذبح کرنے والے نے جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا ترک کیا تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں۔ اسے نہ کھایا جائے۔)

اور ردّ المحتار میں ہے:

لا تحلّ ذبيحةٌ من تعمّد ترك التسميةِ مسلماً كان أو كتابياً ۔۹؎

(جس نے جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا ترک کیا اس کا ذبیحہ حلال نہیں، چاہے وہ مسلمان ہو یا کتابی۔)

یوں تو اصل مقصود جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے، خواہ کسی بھی طریقہ پر نام لیا جائے ،لیکن افضل طریقہ یہ ہے کہ ’بسم اللہ، اللہ اکبر‘ کہا جائے۔ ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا یہ حکم ایمان وعقیدہ کے پہلو سے ہے۔ کیوں کہ دنیا کی مشرک قومیں ذبح اور قربانی کو مشرکانہ طریقے سے انجام دیتی آئی ہیں۔ لوگ جانوروں کو دیویوں اور دیوتاؤں کے نام پر چھوڑتے تھے، تہواروں میں ان کے نام سے قربانی کیا کرتے تھے، آستانوں اور بتوں کی عبادت گاہوں پر جانوروں کے نذرانے پیش کیا کرتے تھے اور کھانے کے لیے بھی غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ گویا ذبح وقربانی کو وہ اپنے مشرکانہ عقائد کے اظہار کا ذریعہ بناتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ذہن میں عقیدۂ توحید کو راسخ کرنے اور انہیں مشرکانہ افکار سے بچانے کے لیے یہ تدبیر فرمائی کہ جن کاموں کو وہ شرک اور غیر اللہ کی تقدیس کے طور پر کرتے تھے، انہی کو توحید کے سانچے میں ڈھال دیا ۔ قربانی دینا چوں کہ ایک فطری جذبہ ہے اور گوشت انسان کی ایک فطری غذا ہے، اس لیے آپؐ نے قربانی کے طریقہ کو باقی رکھا اور شرعی ذبیحہ کو حلال قرار دیا، لیکن ان کو شرک کے بجائے عقیدۂ توحید کا مظہر بنا دیا۔

۵۔ شکار حرم میں یا حالتِ احرام میں نہ کیا گیا ہو۔

اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی فوت ہوگئی تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

اسی طرح ہر وہ جانور جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو، یا اس کا سر قلم کردیا گیا ہو، یا اس کو بجلی کا جھٹکا دے کر مارا گیا ہو، یا گرم پانی میں ڈبو کر مارا گیا ہو، اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ (المائدۃ: ۳)

(تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا گیا ہے، وہ جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کرلیا، اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو، نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعال فسق ہیں۔)

ذبیحہ کے سنن:

اللہ کے رسول ﷺ نے عملِ ذبح انجام دیتے وقت کئی چیزوں کی ہدایت فرمائی ہے:

۱۔ ذبح کرنے کا آلہ تیز ہو اور اسے قوت اور طاقت کے ساتھ چلایا جائے۔

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الاِحسَانَ عَلَى كُلِّ شَيئٍ، فَإِذَا قَتَلتُم فَأَحسِنُوا القِتلَةَ، وَإِذَا ذَبَحتُم فَأَحسِنُوا الذَّبحَ، وَليُحِدَّ اَحَدُكُم شَفرَتَهُ، وَليُرِح ذَبِيحَتَهُ۔ [۱۰]

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو لازم قرار دیا ہے، لہٰذا جب قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، چھری کو تیز کرلو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔)

۲۔ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو اس کو آلۂ ذبح نہ دکھایا جائے، نیز اس کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کیا جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

أَمَرَ رسولُ اللّٰہِ بِحَدِّ الشفار، وأن تواریٰ عن البھائم۔ ۱۱؎

(رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ چھری کو تیز کر لیا جائے اور اسے جانوروں سے چھپایا جائے۔)

۳۔ جانور کو قبلہ رخ لٹایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے جب بھی کسی ذبیحہ کو ذبح فرمایا، یا ہدی (حج وعمرہ کی قربانی) کو نحر کیا تو اسے قبلہ رخ کر لیا۔ اونٹ کو نحر کے وقت کھڑا کر لیا جائے اور اس کے بائیں پاؤں کو باندھ لیا جائے اور بکری اور گائے وغیرہ کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے۔

۴۔ جانور کے ٹھنڈا ہونے، یعنی اس کی روح نکلنے کے بعد اس کی گردن توڑی اور کھال اتاری جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ولا تعجلوا الأنفس حتیٰ تزھق۔ ۱۲؎

(جانوروں کے جسموں سے روحوں کے نکلنے سے پہلے (کھال اتارنے کی) جلدی نہ کرو۔)

جانور کو بجلی کا جھٹکا لگانا

ذبح کرنے سے پہلے جانور کو بجلی کا جھٹکا لگانا سنگین معاملہ ہے۔ اس کی وجہ سے ذبح شدہ جانور کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، کیوں کہ عام طور پر بجلی کے جھٹکوں سے جانور ذبح ہونے سے قبل ہی مر جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ مردار ہوگا، مرنے کے بعد گردن کاٹنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی لیے 'اسلامی فقہی اکیڈمی' کی قراردادوں میں یہ کہا گیا ہے:

الف: اصل یہی ہے کہ جانور کو بے ہوش کیے بغیر ہی ذبح کیا جائے، کیوں کہ اسلامی شرائط وآداب کے مطابق جانور کو ذبح کرنا ہی جانور کے ساتھ رحمت اور احسان ہے، بلکہ اس طرح جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے مذبح خانوں کی انتظامیہ کو

بڑے جانور ذبح کرنے کے آلات میں مزید بہتری لانی چاہیے، تاکہ ذبح کرنے کا مقصد مکمل طور پر حاصل ہو۔

ب: اس پیرے کی شق (ا) میں ذکر شدہ چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ طے پایا ہے کہ بے ہوش کرنے کے بعد ذبح کیے جانے والے جانور شرعی طور پر حلال ہیں، بشرطے کہ ان میں تمام فنی شرائط پائی جائیں، جن سے یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ ذبح کرنے سے پہلے جانور کی موت واقع نہ ہوئی ہو۔ موجودہ حالات میں ماہرین نے درج ذیل امور کو لازمی قرار دیا ہے:

ا۔ برقی رَو کے منفی اور مثبت راڈ کو دائیں اور بائیں کنپٹی پر لگایا جائے، یا پیشانی اور سر کی پچھلی جانب یعنی گدی پر لگایا جائے۔

۲۔ وولٹیج 100 سے 400 وولٹ کے درمیان ہو۔

۳۔ برقی رَو کی شدت (0.75 سے 1) ایمپییر تک بکری کے لیے اور (2 سے 2.5) ایمپییر تک گائے وغیرہ کے لیے ہو۔

۴۔ بجلی کا جھٹکا 3 سے 6 سیکنڈ تک دیا جائے۔

ج۔ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہے اسے Captive Pistol Bolt (ایک پستول جس میں سے ایک لوہے کی نوک دار میخ نکل کر جانور کے دماغ میں لگتی ہے، جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، چنانچہ تین سے چار منٹ تک اگر اسے ذبح نہ کیا جائے تو وہ مرتا ہے) کے ذریعے، یا دماغ پر کلہاڑی اور ہتھوڑی مار کر، یا گیس کے ذریعے بے ہوش کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر انگریز انہی ذرائع کو استعمال کر کے جانور کو بے ہوش کرتے ہیں۔

د۔ مرغیوں کو بجلی کے جھٹکوں سے بے ہوش کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ عینی مشاہدے میں آیا ہے کہ اس طرح کافی تعداد میں مرغیاں ذبح ہونے سے پہلے ہی مرجاتی ہیں۔

و۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ہوا یا آکسیجن کے ساتھ ملا کر، یا چپٹی گولی والی

پستول Non-penetrating bolt gun کو استعمال کر کے جانور کو بے ہوش کرنا اور پھر اسے ذبح کرنا۔ ایسے جانور کا گوشت حلال ہے، بشرطے کہ اس پستول کو بھی اس انداز سے استعمال کیا جائے جس سے جانور کی موت ذبح کرنے سے پہلے واقع نہ ہو۔ ۱۳ے

حلال وحرام کی نگہ داشت کے معاملے میں ریاست کی ذمہ داریاں

قرآن کریم کی آیات اور احادیثِ مقدّسہ سے جہاں ایک فرد کے لیے اکلِ حلال کی اہمیت و فرضیت کا پتہ چلتا ہے وہیں اسلام کی اولین اسلامی ریاست (ریاست نبوی) اور بعد کے ادوار کے نظم و نسق سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست کی منجملہ ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ لوگ حلال کمائیں اور حلال کھائیں۔ درحقیقت اسلامی ریاست ایک دینی ریاست ہے، اس مفہوم میں کہ وہ خالص دین کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، دینی اہداف کی عَلَم بردار ہوتی ہے، دینی احکام پر عمل درآمد کی پابند ہوتی ہے، ایک ایسے قانون کے نفاذ کی مکلف ہوتی ہے جو دینی قواعد اور تعلیمات پر مبنی ہو۔ دنیا کی دوسری ریاستوں کے مقابلے میں اس کا امتیاز ہی یہ ہے کہ یہاں ریاست برائے قانون ہے، قانون برائے ریاست نہیں۔ دوسرے نظاموں اور دوسری ریاستوں کی تاریخ میں پہلے ریاست وجود میں آتی ہے، پھر ریاست کو بنانے اور چلانے کے لیے قانون کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن اسلامی ریاست میں قانون پہلے سے موجود ہے۔ اس قانون کو نافذ کرنے اور اس کے مطابق زندگی کے پورے نظام کو چلانے کے لیے ریاست درکار ہوتی ہے۔ گویا یہاں مقنّنہ کا اپنا کوئی قانون نہیں، بلکہ قانون حاکم اعلیٰ (اللہ سبحانہ) کا ہے، مقنّنہ کا کام بس اس کی تنفیذ اور اس پر عمل درآمد ہے۔ اہلِ ایمان کے اقتدار کے فرائض کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (الحج:۴۱)

''اگر اہل ایمان کو ہم اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے، شریعت کی معروفات کا حکم دیں گے اور منہیات اور منکرات کا سدِّ باب کریں گے''۔

اس آیت میں مذکور چار فرائض بہت عمومی نوعیت کے ہیں۔ ان میں وہ تمام فرائض اور ذمہ داریاں شامل ہیں جو اسلامی ریاست کو سر انجام دینی ہیں۔ ان کی صراحت اور وضاحت فقہائے اسلام نے کی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسلام کی دستوری اور فقہی تاریخ کے ہر دور میں اولو الامر کی خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ واضح کیا گیا ہے جو لوگ حکم رانی کے منصب پر فائز ہوں یا ریاست کے اداروں کو چلانے کے لیے مقرر ہوں ان کی خصوصیات اور اہلیت کیا ہونی چاہیے؟ وہ خصوصیات اور اہلیتیں انہی فرائض کی روشنی میں متعین کی جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ اہلیت کا تعین فرائض کے تعین کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک شخص کا فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کی صحت کا خیال رکھے، ان کی بیماریوں کا علاج کرے تو اس کی اہلیت اور ہوگی، اگر اس کا فریضہ گھر کی چوکیداری کا ہے تو اس کی اہلیت کا تعین کسی اور انداز سے ہوگا۔ اس لیے اہلیت کے تعین میں ان چاروں فرائض کو، جو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوئے ہیں، ہمیشہ پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ ان چاروں فرائض میں سے مؤخر الذکر دو فرائض 'شریعت کی معروفات کا حکم اور منکرات کا سدِّ باب' اسلامی ریاست کے دو ایسے اہم فرائض ہیں جن میں شریعت کا 'نظامِ اکل وشُرب' بھی داخل ہے کہ اسلامی ریاست کے تحت افراد کو حلال میسر ہو اور وہ حرام سے بچے رہیں۔ اس کا اہتمام اور نگہ داشت اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داریوں اور فرائض میں شامل ہے۔ ذبیحہ کے حوالے سے شریعت اسلامیہ نے واجبات، سنن، مستحبات اور مکروہات کی مستقل تعلیم دی ہے اور صرف خاص طریقہ پر ذبح شدہ جانور کو حلال قرار دیا ہے۔

ذبیحہ سے متعلق مسائل کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ سے کسی نے شکایت کی کہ مدینہ کے قصّاب جانور ٹھنڈا ہونے

سے پہلے اس کی کھال نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ریاستی سطح پر سرکاری اعلان جاری کیا، جس میں لوگوں کی غلطی واضح کی اور شرعی طریقۂ ذبح کی نشان دہی بھی کی، تاکہ لوگ اس سے غفلت نہ برتیں۔ چنانچہ اعلان فرمایا:

الذکاۃ بین اللبۃ والحلق لمن قدر، ولا تعجلوا الأنفس حتی تزھق۔[۱۴]

"اختیاری ذبح کا محل حلق اور لبہ ہے اور پوری طرح جان نکلنے سے پہلے (کھال اتارنے میں) جلدی نہ کرو"۔

حضرت عمرؓ کا اپنے دور خلافت میں بازاروں کا گشت کرنا اور دھوکہ کے ساتھ گندم فروخت کرنے والے تاجروں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا ریاستی نگہ داشت کی واضح مثال ہے۔

حلال کی نگرانی کرنے والے اداروں کی ضرورت

اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اسلام میں حلال وحرام کی کتنی اہمیت ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے کہ حلال کا اہتمام کریں اور حرام سے بچیں۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کو اس بارے میں اور زیادہ حساس رہنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ فوڈ ٹیکنالوجی اور سائنس کی ترقی کے ساتھ ان سے بنی اشیاء (ماکولات، مشروبات، ادویات، کاسمیٹکس وغیرہ) پورے عالمِ اسلام میں اپنی جدید شکل میں پھیل چکی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ ان کو کس مادّے سے کس طرح تیار کیا گیا ہے؟ یہ لاعلمی بسا اوقات ایک اچھے خاصے دین دار مسلمان کو انجانے میں حرام میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر بعض مسلم اکثریتی ممالک اور بعض دیگر غیر مسلم اقلیتی ممالک میں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر Halal Supervisory Centers کا قیام عمل میں آیا ہے، تاکہ حرام چیزوں سے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے حلال مصنوعات کی نشان دہی اور ان کی نگرانی کی خدمت

انجام دی جاسکے۔ مسلمانوں کی آبادی اس وقت دنیا میں ڈیڑھ ارب سے بڑھ گئی ہے۔اس آبادی پر مشتمل عالمی حلال مارکیٹ غیر متوقع طور پر بڑھ گئی ہے۔شروع میں کمپنیاں اپنی مصنوعات پر لفظ 'حلال' لکھا کرتی تھیں۔ چوں کہ ان اداروں میں سے اکثر غیر مسلموں کی ملکیت ہیں، اس لیے شرعاً اس خود ساختہ دعوے کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ حلال کی تصدیق ایک مسلمان کے لیے شہادت کے درجے میں ہے، جس کے لیے دیانت دار مسلمان ہی کا قول قابل اعتبار ہوگا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ دنیا میں حلال سرٹیفکیشن کے ادارے وجود میں آنے شروع ہو گئے ہیں اور رفتہ رفتہ حکومتی سطح پر بھی اس میدان میں دل چسپی دیکھنے کو مل رہی ہے، جو کہ ایک اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اس وقت مختلف ممالک میں حکومت کی نگرانی میں حلال سرٹیفکیشن کا کام اسی دل چسپی کا مظہر ہے۔

کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا یا اس کی نشان دہی کرنا انتہائی حساس معاملہ ہے۔ قرآن وسنت میں اس حوالے سے واضح ہدایات موجود ہیں۔ اگر ایک طرف حلال کھانے کی ترغیب اور حرام سے بچنے کی تاکید ہے تو دوسری طرف اس بارے میں بھی اسلام کی تعلیمات کافی سخت اور غیر لچک دار ہیں کہ حلال وحرام کے مسئلہ میں عقل کو کوئی دخل نہیں، بلکہ شریعت نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ حلال ہیں اور جن کو حرام کیا ہے وہ حرام ہیں۔ بہ ہر حال یہ ایک دو دھاری تلوار ہے جس میں ذراسی بے احتیاطی سے بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت میں گرفتار ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ حلال سرٹیفکیشن کرنے والے ادارے اور اس کے لیے معیارات بنانے والے سرکاری محکمے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اس معاملہ میں حتمی فیصلے سے پہلے مستند مفتیان کرام کی طرف رجوع کریں اور علماء شریعت اور غذائی ماہرین ہی کی رائے کو ترجیح دیں۔ اس لیے کہ اس معاملہ کے اصل اسٹیک ہولڈرز وہی ہیں جن کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ حلال کے اس تصور کو، جو ایک اسلامی قدر کی حیثیت رکھتی ہے، پرکھیں، جس کی رو سے مصنوعات کی فنانسنگ، سورسنگ، پروسیسنگ، اسٹوریج اور مارکیٹنگ میں کوئی حرام عنصر شامل نہ ہو۔

غذا سے متعلق بعض دیگر مسائل

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار چیزیں حلال کی ہیں، جب کہ دوسری طرف ان چیزوں کی فہرست ہے جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے اور ان کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے۔ اگر گہرائی سے ان کا جائزہ لیا جائے تو اس کی چند بنیادیں نظر آتی ہیں:

پہلی چیز 'سُکر' ہے، یعنی وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہیں۔ ان میں شراب کے ساتھ وہ تمام منشیات بھی شامل ہیں جو اس وقت انسانیت کی تباہی کا سبب بن رہی ہیں۔ دوسری چیز 'ضرر' ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو اس لیے حرام کیا ہے کہ ان میں انسانی جسم یا اس کی روح کے لیے ضرر کا پہلو ہے۔ چنانچہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر ہو یا بہنے والا خون، ان میں نہایت مہلک قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر وہ چیز حرام کی گئی ہے جو 'خبیث' ہو، کیوں کہ انسانی زندگی کا امتیاز جسم وروح کی طہارت اور پاکیزگی میں رکھا گیا ہے اور 'خبیث' چیزیں اس کے دل کی کدورت اور روح کی آلودگی کا باعث ہوتی ہیں۔ 'نجاست' بھی ایسی چیز ہے جو انسان کی طبع سلیم سے مناسبت نہیں رکھتی اور ہر سلیم الفطرت انسان اس سے کراہت محسوس کرتا ہے، چہ جائے کہ اس کے کھانے پینے کا تصور کرے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے مزاج اور طبیعت کے منافی ہوتی ہیں۔ ان سے آدمی وحشت ونفرت محسوس کرتا ہے۔ ایسی چیزوں کے کھانے کی شریعت نے ترغیب نہیں دی ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ بیرونی دنیا سے درآمد کیے جانے والے کھانے کے پیکٹس میں خنزیر کی چربی یا اس کے انفحہ (رینیٹ) سے تیار کردہ پنیر کی آمیزش ہوتی ہے۔ خنزیر کی کھال کا استعمال بعض قسم کے صابنوں، بلکہ بعض مٹھائیوں اور کیک کی تیاری تک میں کیا جاتا ہے۔ شوگر کے مریضوں کے لیے استعمال کی جانے والی انسولین میں اس کی آمیزش ہے۔ غذا کا مسئلہ ایک زمانے میں جھٹکے کی مرغی اور مشینی ذبیحہ تک محدود تھا، لیکن اب صورتِ حال یک سر مختلف ہے۔ اب ان میں دیگر ماکولات،

مشروبات، کاسمیٹکس، فارماسیوٹیکلز، پرفیومس، پولٹری کی خوراک، چمڑے اور ٹیکسٹائل کی مصنوعات بھی شامل ہو چکی ہیں۔ جدید دنیا میں ان درآمدات کی مارکیٹنگ کے لیے بھی مختلف وسائل رائج ہیں۔ ٹی وی، انٹرنیٹ، میسنجر، فیس بک وغیرہ کا یہ ایک انتہائی نفع بخش کاروبار ہے۔

باہر سے درآمد کیا جانے والا گوشت حلال ہے یا حرام؟ اس کی جانچ کے لیے ایک معتبر ذریعہ DNA جانچ کا ہے۔ اس کے علاوہ ایک طریقہ PCR اور ELISA بھی بعض ملکوں میں رائج ہے۔ لیکن یہ سب طریقے کس حد تک کام یاب ہیں؟ ان میں جانچ کرنے والے لوگوں کی ذرا سی غفلت نتائج پر کس حد تک اثر انداز ہو سکتی ہے؟ یہ چیز تحقیق طلب ہے۔ کیوں کہ وقتاً فوقتاً یہ شکایت اخبارات میں آتی رہتی ہے کہ فلاں ملک میں گوشت کی اتنی مقدار بعض تاجروں نے ایسی داخل کر دی ہے جو استعمال کے لائق نہیں، یا ان میں حرام گوشت کی آمیزش ہے۔ اہل کتاب کی طرف سے آنے والے گوشت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہیں، اسی طرح جیسے ہمارے پاس اسلامی مما لک سے آنے والے گوشت کے بارے میں اصل حکم یہی ہے کہ وہ حلال ہے، اگرچہ ہمیں ان کے بارے میں قطعی علم نہیں ہوتا کہ انھوں نے ان جانوروں کو صحیح طریقے سے ذبح کیا ہے یا نہیں؟ ہمیں معلوم نہیں کہ انھوں نے ان پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، کیوں کہ اصل یہی ہے کہ ذبح کرنے والوں نے صحیح طریقے سے ہی ذبح کیا ہے اور اس اصل کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جا سکتا جب تک اس سے متصادم ٹھوس شواہد نہ مل جائیں۔

موجودہ صورتِ حال میں حلال کے تصور کو اجاگر کرنے اور اس پر حقیقی عمل درآمد کرانے کے لیے ضروری ہے کہ اسٹیک ہولڈرز، علماء و مشائخ اور غذائی ماہرین کو ایک چھت تلے مشترکہ طور پر تحقیقی کام سر انجام دینے کی دعوت دی جائے، تاکہ اس حوالے سے درپیش چیلنجز سے بہ آسانی نمٹا جا سکے۔ مساجد کے خطباء کو چاہیئے کہ وہ عام مسلمانوں اور خاص کر قصائیوں اور گوشت فروخت کرنے والوں کو مسئلہ کی اہمیت سمجھائیں، بلکہ ان کے لیے تربیتی کیمپ رکھیں، جن میں ذبح کا شرعی طریقہ سمجھایا جائے

، ذبیحہ کے جو اعضاء جائز نہیں ہیں، ان کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں۔ اس معاملے میں جو تنظیمیں یا ادارے ذبیحہ کے حلال ہونے کے سر ٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں ان کی ذمہ داریاں بہت نازک ہیں۔ ان میں احکامِ شریعت سے واقف نمائندے ہونے چاہئیں، ذبح کے وقت نگرانی ہونی چاہیے، پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک معائنہ ہونا چاہیے، تاکہ ان کی تصدیق کا غلط استعمال نہ ہو۔

حواشی ومراجع

۱۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ۔

۲۔ منذری، الترغیب والترھیب، کتاب البیوع وغیرھا، الترغیب فی طلب الحلال والاکل منہ والترھیب من اکتساب الحرام وأکلہ۔

۳۔ جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب حدیث نمبر ۲۴۵۸

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب جواز الذبح بکل ما أنھر الدم

۵۔ سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی المبالغۃ فی الذبح

۶۔ دارقطنی، السنن، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۶۶ء، ج ۴، ص ۲۸۳

۷۔ البانی، ناصرالدین، ارواءالغلیل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ج ۸، ص ۲۵۳

۸۔ مرغینانی، ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر، الھدایہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۴، ص ۴۳۳

۹۔ ابن عابدین، محمد امین آفندی، ردالمحتار، مکتبہ حقانیہ، پشاور، ج ۹، ص ۴۹۹

۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح

۱۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح

۱۲۔ سنن دارقطنی، ج ۴، ص ۲۸۳

۱۳۔ جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل (بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے فقہی اجلاسوں کی قراردادیں اور سفارشات) ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ، اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۶ء، قرارداد نمبر ۹۵ (۱۰/۳) ص ۲۶۶

۱۴۔ نووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، ج ۹، ص ۸۴